مغرب کی اذان کے بعد نوافل کا حکم

از

مولانا ارسلان محمود صاحب

ادارۃ التحقیق: مسجد حق چار یار و مدرسہ مظہر العلوم

اوکاڑہ

مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا احادیث کی روشنی میں کیسا ہے؟

مغرب کی اذان کے بعد فوراً نماز پڑھنے کا حکم ہے اور یہی سنت طریقہ ہے کچھ لوگ بلاوجہ نماز مغرب کی اذان کے بعد وقفہ کرتے ہیں اور نوافل ادا کرتے ہیں جو کہ مکروہ عمل ہے ہم اسی ضمن میں آپکے سامنے چند دلائل ذکر کر رہے ہیں۔

روایت نمبر 1

1. كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ.

ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب اس کا وقت داخل ہو جاتا تھا۔(صحیح مسلم، حدیث 636)

وضاحت: اس حدیث میں واضح ہے کہ آپ ﷺ مغرب کی نماز میں تاخیر نہیں فرماتے تھے جیسے ہی وقت داخل ہوتا نماز ادا فرماتے ایسا ہر گز نہیں تھا کہ پہلے نوافل ادا کرتے یا نمازیوں کا انتظار کرتے تھے۔

روایت نمبر 2

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ، وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ، وَإِذَا قَلُّوا أَخَّرَ، وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ.

ترجمہ:

نبی کریم ﷺ ظہر زوال کے وقت، عصر اس وقت پڑھتے جب سورج روشن ہوتا، مغرب اس وقت پڑھتے جب اس کا وقت داخل ہو جاتا، اور عشاء میں لوگوں کی کثرت ہوتی تو جلدی پڑھتے اور لوگ کم ہوتے تو مؤخر کرتے، جبکہ فجر اندھیرے میں پڑھتے تھے۔
(صحیح بخاری، حدیث 565)

اس میں روایت میں مغرب کے بارے میں "إِذَا وَجَبَتْ" یعنی وقت داخل ہوتے ہی پڑھنے کا ذکر ہے۔ جو کہ واضح حکم ہے کہ مغرب کو جلدی ادا کرنا اور فرض کو نفل پر ترجیح ہوتی ہے نفل کی وجہ سے فرض میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہے۔

روایت نمبر 3

1. حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي شُعَيْبٍ، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّيهِمَا، وَرَخَّصَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

ترجمہ: حضرت طاؤس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعت نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: "میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کسی شخص کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔" اور (یہ نا دیکھا کہ) انہوں نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کی اجازت دی۔ (سنن ابی داؤد، کتاب التطوع "باب الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ حدیث 1284)

اعتراض:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرمایا: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ يَقُولُ: هُوَ شُعَيْبٌ، يَعْنِي وَهِمَ شُعْبَةُ فِي اسْمِهِ.

ترجمہ: امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے یحییٰ بن معین کو کہتے ہوئے سنا کہ اس راوی کا نام شعیب ہے، یعنی شعبہ کو اس کے نام کے بارے میں وہم ہوا ہے۔

اس روایت کو ضعیف کہنے کی بنیادی وجہ سند کے ایک راوی کا نام/تعین واضح نہ ہونا اور اس میں راوی کے وہم کا ذکر ہے۔ خود امام ابوداؤدؒ نے روایت کے آخر میں بتایا ہے کہ شعبہؒ کو راوی کے نام میں وہم ہوا تھا:

جواب:

امام ابوداؤدؒ نے آخر میں وضاحت کی کہ شعبہؒ نے راوی کا نام بتاتے ہوئے وہم کیا۔ یعنی سند میں جس راوی کا نام آیا، شعبہؒ نے اسے ایک نام سے بیان کیا، جبکہ یحییٰ بن معینؒ کے مطابق اس کا صحیح نام شعیب تھا۔

اس لیے امام ابوداؤدؒ نے خود اس راوی کے نام کی تصحیح کی:

«هُوَ شُعَيْبٌ، يَعْنِي وَهِمَ شُعْبَةُ فِي اسْمِهِ»

ترجمہ: "وہ شعیب ہے، یعنی شعبہ کو اس کے نام کے بارے میں وہم ہوا۔"

لہٰذا یہ حدیث کے متن میں وہم نہیں بلکہ راوی کے نام میں وہم ہے۔ لہٰذا صرف اس وجہ سے متن کو ناقابل قبول کہنا درست نہیں۔

2. راوی کی تعیین:

یہاں اصل بحث یہ بنتی ہے کہ "أبو شعیب" سے مراد کون شعیب ہے اور وہ ثقہ ہے یا نہیں؟

اس لیے اگر کوئی اس روایت کو ضعیف کہتا ہے تو صرف "شعبہ کو نام میں وہم ہوا" کہہ کر بات ختم نہیں کر سکتا بلکہ اسے راوی کی تعیین اور اس کی توثیق پر دلیل دینی پڑے گی۔

اور ہمارا موقف یہ ہے کہ امام ابوداؤدؒ نے راوی کی تعیین خود نقل کی ہے۔

اصل سند ہے:

حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي شُعَيْبٍ، عَنْ طَاوُسٍ...

پھر امام ابوداؤدؒ نے فوراً یحییٰ بن معینؒ کا قول نقل کیا:

هُوَ شُعَيْبٌ، يَعْنِي وَهِمَ شُعْبَةُ فِي اسْمِهِ

یعنی "وہ شعیب ہے، شعبہ کو اس کے نام میں وہم ہوا۔"

لہٰذا "ابو شعیب مجہول ہے" کہہ کر بحث ختم کرنا درست نہیں، کیونکہ امام ابوداؤدؒ نے خود اس کی تعیین شعیب کے طور پر نقل کی ہے۔

3. شعیب کے بارے میں جرح نہیں بلکہ تعدیل موجود ہے۔

یہ سب سے اہم نکتہ ہے۔

رجال کی کتب میں شعیب صاحب الطیالسِہ کے بارے میں امام ابوزرعہؒ کا قول موجود ہے:

«لا بأس به»

یعنی "اس میں کوئی حرج نہیں"۔

اسی ترجیح کے مطابق مزی نے بھی اسے طاؤس کا راوی اور شعبہ کا شیخ ذکر کیا ہے۔

مزید یہ کہ ابن حبان نے اسے الثقات میں ذکر کیا ہے۔

پس جب راوی شعیب صاحب الطیالسہ ہی ہے، تو اسے محض "مجہول" کہنا درست نہیں۔

4. شعبہؒ خود اس راوی سے روایت کر رہے ہیں۔

سند میں شعبہ ← ابو شعیب/شعیب ← طاؤس ہے۔ امام ابوداؤدؒ کے نقل کردہ قول کے مطابق نام میں غلطی ہوئی، راوی کی شخصیت ختم نہیں ہوئی۔

یعنی مسئلہ یہ نہیں کہ "شعبہ کسی نامعلوم شخص سے روایت کر رہے تھے"؛ بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ شعبہ نے اس معروف راوی کا نام اپنی روایت میں غلط بیان کیا جیسا کہ اوپر گزر چکا۔

اور عمدة القاري میں اس سند کے بارے میں یہ موقف نقل کیا گیا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے، اور ابن حزم کے اعتراض کا جواب بھی ذکر کیا گیا ہے کہ وکیع وغیرہ نے بھی شعیب سے روایت کی اور ابوزرعہ نے کہا:

لا بأس به۔

5. یہ شعیب کون ہیں؟

اب جب نام کی تعیین ہو گی تو سوال یہ آتا ہے کہ شعیب کون ہیں؟ یہی وہ مقام ہے جہاں پوری بحث آتی ہے۔

یہاں مخالف کی طرف سے کہا جاتا ہے:

"ابو شعیب معلوم نہیں کون ہے۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو داؤدؒ نے خود یحییٰ بن معینؒ سے نقل کیا کہ یہ شعیب ہے اور شعبہ کو نام میں وہم ہوا۔

پھر مزی نے تہذیب الکمال میں اسی شعیب کو مستقل راوی کے طور پر ذکر کیا، اس کے شیخ طاؤس اور اس سے روایت کرنے والوں میں شعبہ کا ذکر کیا۔

امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر میں لکھا:

شُعَيْبٌ صَاحِبُ الطَّيَالِسَةِ، سَمِعَ طَاوُسًا وَابْنَ سِيرِينَ وَمُعَاوِيَةَ بْنَ قُرَّةَ، يُعَدُّ فِي الْبَصْرِيِّينَ، رَوَى عَنْهُ مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ

یعنی شعیب صاحب الطیالسہ نے طاؤس، ابن سیرین اور معاویہ بن قرہ سے سماع کیا اور وہ بصری شمار ہوتے تھے۔

یہ بات ابو داؤد کی سند سے بہت اہم مناسبت رکھتی ہے کیونکہ ہماری حدیث میں بھی: شعیب → طاؤس → ابن عمرؓ ہے۔

اب ذرا پوری زنجیر دیکھیں:

شعیب → طاؤس → ابن عمرؓ

اور امام بخاریؒ کی رجال کی معلومات:

شعیب صاحب الطیالسہ → طاؤس

یہ موافقت اتفاقی نہیں بلکہ قوی قرینہ ہے۔

اسی لیے اہل علم کا رجحان یہ ہے کہ ابو داؤد کے اُبو شعیب سے مراد یہی شعیب صاحب الطیالسہ ہیں۔ حدیث کے بعض مراجع بھی اسی تطبیق کو اختیار کرتے ہیں۔

لہذا یہ کہنا کہ ہمیں معلوم ہی نہیں یہ کون شخص ہیں یہ اعتراض باطل ہو گیا۔

6. امام ابو زرعہؒ نے اسے "لا بأس به" کہا

ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں شعیب السمان کے بارے میں امام ابو زرعہؒ کا قول نقل کیا:

سَأَلْتُ أَبَا زُرْعَةَ عَنْهُ، فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ

یعنی: "میں نے ابو زرعہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

اور امام ابو حاتمؒ سے بھی منقول ہے:

صَالِحُ الْحَدِيثِ

یعنی " قابل قبول حدیث والا ہے۔"

لہٰذا شعیب کے بارے میں صرف یہ کہنا کہ "اس پر کوئی حکم نہیں، وہ مجہول ہے" یہ اعتراض باطل ہے۔

7. ابن حبان نے بھی اسے الثقات میں ذکر کیا

ابن حبانؒ نے الثقات میں لکھا:

شُعَيْبٌ صَاحِبُ الطَّيَالِسَةِ يَرْوِي عَنْ طَاوُسٍ وَابْنِ سِيرِينَ، عِدَادُهُ فِي أَهْلِ الْبَصْرَةِ، رَوَى عَنْهُ التَّبُوذَكِيُّ

یعنی شعیب صاحب الطیالسہ طاؤس اور ابن سیرین سے روایت کرتے تھے، بصری تھے، اور تبوذکی نے ان سے روایت کی۔

پس اس شخصیت کا رجال کی کتب میں باقاعدہ تذکرہ موجود ہے۔

آخر میں مختصر کہ روایت پر پانچ اشکالات تھے۔

1. سند میں اُبو شعیب آیا ہے۔
2. شعبہ نے نام میں غلطی کی۔
3. ابو شعیب کی تعیین میں کلام ہے۔
4. ابن حزمؒ نے اسے غیر معروف کہا۔
5. لہٰذا سند میں جہالت ہے۔

جوابات:

1. :امام ابوداؤدؒ نے یحییٰ بن معینؒ کے ذریعے راوی کی تعیین کر دی: شعیب۔
2. :امام بخاریؒ کے ہاں شعیب صاحب الطیالسہ موجود ہیں اور وہ طاؤس کے شاگرد ہیں۔
3. :اسی شعیب سے شعبہ کا روایت کرنا رجال کی کتب میں مذکور ہے۔
4. :ابو زرعہؒ نے شعیب کے بارے میں "لا بأس بہ" کہا۔
5. :ابو حاتمؒ نے "صالح الحدیث" کہا۔
6. :ابن حبانؒ نے اسے الثقات میں ذکر کیا۔

روایت نمبر 4

2۔ مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، قَالَ: سَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَنَهَانِي عَنْهَا،

وَقَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَمْ يُصَلُّوهَا.. قال وَبِهِ نَأْخُذُ

ترجمہ:

امام محمدؒ فرماتے ہیں: ہمیں امام ابو حنیفہؒ نے خبر دی، انہوں نے حمادؒ سے روایت کیا، حمادؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ یہ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔(کتاب الآثار صفحہ 32)

(حدیث 145)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

اس روایت میں خلفائے راشدین کا عمل موجود ہے اور خلفائے راشدین نے حضور ﷺ کے ساتھ وقت گزارا ہے نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور خلفائے راشدین کبھی بھی حضور ﷺ کے عمل کے خلاف عمل نہیں کرتے تھے تو پس ثابت ہوا کہ حضور ﷺ بھی مغرب کی اذان کے بعد اور اقامت سے پہلے نوافل ادا نہ کرتے تھے۔

روایت نمبر 5

3. عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: لَمْ يُصَلِّ أَبُو بَكْرٍ وَلَا عُمَرُ وَلَا عُثْمَانُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ.

ترجمہ:

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھتے تھے۔(مصنف عبدالرزاق جلد 2 حدیث 3985)

یہاں بھی خلفائے راشدین کا عمل واضح ہے اور خلفائے راشدین کا عمل بھی سنت ہے یہی اہلسنت والجماعت کا موقف ہے کہ صحابہ کرام معیار حق ہیں تو صحابہ کرام کے عمل کی وجہ سے مغرب کی اذان کے بعد نوافل ادا کرنا درست نہیں۔

روایت نمبر 6

4. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا حَيَّانُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ عِنْدَ كُلِّ أَذَانَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، مَا خَلَا الْمَغْرِبَ»

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بریدہؒ اپنے والد حضرت بریدہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ہر دو اذانوں (اذان اور اقامت) کے درمیان دو رکعتیں ہیں، سوائے مغرب کے۔" (السنن الکبری للبیھقي، کتاب الصلاۃ، باب من جعل قبل صلاۃ المغرب رکعتین، ج 2، ص 474، حدیث نمبر)

اعتراض نمبر 1:

اس سند میں حیّان بن عبید اللہ ہے۔ امام دار قطنیؒ نے اس راوی کے بارے میں صراحت کی:

«وَحَيَّانُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ لَيْسَ بِقَوِيٍّ»

یعنی حیّان بن عبید اللہ قوی راوی نہیں ہے۔

جواب:

امام بزارؒ نے حیّان کو قابلِ قبول کہا

امام بزارؒ نے اسی روایت کے بعد فرمایا:

«حَيَّانُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ ... رَجُلٌ مَشْهُورٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ، لَا بَأْسَ بِهِ»

یعنی حیّان بن عبید اللہ بصرہ کے معروف شخص ہیں، ان میں کوئی حرج نہیں۔

اب اگر کوئی کہے کہ حیّان بالکل مجہول اور ناقابلِ قبول راوی ہے تو بزارؒ کا یہ قول اس اطلاق کو رد کرتا ہے۔

ابو حاتمؒ سے بھی "صدوق" منقول ہے۔

اسحاق بن راہویہؒ سے منقول ہے:

«حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا حَيَّانُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، وَكَانَ رَجُلَ صِدْقٍ»

یعنی:

"حیان بن عبید اللہ ایک سچے / قابلِ اعتماد آدمی تھے۔"

ابن ترکمانیؒ نے الجوہر النقی میں نقل کیا کہ ابو حاتمؒ نے حیّان کو صدوق کہا، اور ابن حبانؒ نے اسے الثقات میں ذکر کیا۔

لٰہذا راوی کی عدالت کے حق میں ائمہ کے اقوال موجود ہیں۔

اعتراض نمبر 2:

خود امام بیہقیؒ نے اسے صحیح تسلیم نہیں کیا۔ انہوں نے اسی کے بعد نقل کیا کہ حیان بن عبید اللہ نے سند میں غلطی کی اور ایسی زیادتی کی جس کی اس نے متابعت نہیں پائی۔ پھر ابن خزیمہؒ نے وضاحت کی کہ دوسرے ثقہ راویوں نے یہی حدیث عبد اللہ بن بریدہ ← عبد اللہ بن مغفلؓ کے واسطے سے روایت کی ہے، نہ کہ بریدہؓ کے واسطے سے۔

جواب:

ابن ترکمانیؒ نے امام بیہقیؒ کے اعتراض کا جواب دیا۔

امام بیہقیؒ نے کہا تھا کہ حیّان نے سند میں خطا کی اور متن میں ایسی زیادتی کی جس کی متابعت نہیں ملتی۔

لیکن ابن ترکمانیؒ نے جواب دیا کہ اگر حیّان کو ثقة/ قابلِ قبول مانا جائے تو اس کی روایت کو محض اس وجہ سے رد نہیں کیا جا سکتا کہ دوسرے راویوں نے مختلف سند سے روایت کی ہے۔ انہوں نے احتمال پیش کیا کہ عبداللہ بن بریدہؒ نے یہ واقعہ دو طریقوں سے سنا ہو:

ایک مرتبہ ابن مغفلؓ کے واسطے سے، بغیر «ماخلا المغرب»

اور ایک مرتبہ اپنے والد بریدہؓ کے واسطے سے، «ماخلا المغرب» کے ساتھ۔

یہی ابن ترکمانیؒ کی اصل تطبیق ہے۔

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ مغرب کی اذان کے بعد جان بوجھ کر فرض میں تاخیر کرنا صحیح نہیں اور اذان کے بعد اور فرض سے پہلے نوافل نہیں ہیں اسی ضمن میں ہم نے آپکے سامنے آپ ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ کا عمل بھی آپ کے سامنے رکھ دیا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

کاوش: ارسلان محمود